رسول اللہ ﷺ

کی مدنی زندگی کے دو اہم پہلو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے دو اہم رخ ہیں، ایک مکی زندگی جو نبوت کے تیرہ سالوں پر پھیلی ہوئی ہے اور دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی جو دس سال سے کچھ زائد عرصے پر مشتمل ہے۔ مدینہ کی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامی دستور حیات کی تفصیلات وحی خداوندی نے بتلائیں اور قرآنی اصولوں کی روشنی میں عبادات، معاملات، معاشرت کی جزئیات سے مطلع کیا گیا۔ مدنی زندگی ہی میں نماز جمعہ فرض ہوئی اور اسی دور میں رمضان المبارک کے روزے فرض کیے گئے، جہاد کی فرضیت مدینہ پہنچنے کے بعد ہی ہوئی، جہاں تک نماز باجماعت اور نماز جنازہ کا تعلق ہے تو مکہ کی زندگی چونکہ مظلومیت اور کسمپرسی کی تھی، اس لیے وہاں کے جابر ماحول میں شعائر اسلام پر کھلم کھلا عمل کرنا دشوار تھا، لیکن مدینے میں اسلام کو خداوند قدوس نے سربلندی عطا فرمائی۔ یہاں پہنچ کر مسجدیں تعمیر کی گئیں جن میں بے خوف وخطر نماز باجماعت ہونے لگی اور جنازوں کی نمازیں کثیر مجمع کے ساتھ بے دھڑک ادا کی جانے لگیں۔ اسی دور میں زکوٰۃ فرض ہوئی اور اسی دور میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعت اسلام کے لیے مختلف قبیلوں اور علاقوں کی طرف تبلیغی قافلے روانہ کئے۔

مدینے میں اسلام کو شوکت واقتدار حاصل ہوا تو اسلام کے اصولوں کی تفصیلات وجزئیات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام ومسائل کی شکل میں خدائی حکم کے مطابق پیش فرمایا اور اپنے ارشادات کے ذریعے عملی زندگی کے آداب بتلائے۔

اسی زندگی میں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی علمی واخلاقی تربیت فرمارہے تھے، وہیں علم واخلاق کی بقاء اور تحفظ کے لیے دفاعی مورچہ بندی بھی فرمارہے تھے۔ مشرکین مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں اور اسلام کے فروغ سے آتش زیر پا تھے اور آپ کی دشمنی اب زبان درازی سے آگے بڑھ کر تلوار ہاتھ میں اٹھوار ہی تھی۔ چنانچہ کفر اور اسلام کا پہلا معرکہ مدینہ ومکہ کے درمیان میدانِ بدر میں ہوا۔ جہاں اسلام کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین قیادت میں عظیم الشان کامیابی وکامرانی ملی۔ پھر کچھ عرصے بعد مدینے سے متصل احد کے میدان میں دوسری عظیم جنگ ہوگئی اور جنگِ خندق تو خاص مدینے ہی میں لڑی گئی اور اس کے علاوہ اور جنگیں مدنی زندگی ہی میں پیش آئیں، ان میں کچھ لشکر دور دراز علاقے میں جاکر لڑے اور کچھ جنگوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہ رہے بلکہ آپ نے شوریدہ قبائل کی سرکوبی کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دستے روانہ کئے، اور کئی جنگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجودِ بابرکت کے ساتھ خود بھی شریک رہے۔

دوسری طرف اس بات پر بھی غور کرنا ہے کہ مدینہ طیبہ میں جہاں شان وشوکت اور کامرانی نے قدم چومے ہیں، مشرکین مکہ سے بڑھ کر خوفناک دشمن سے بھی سابقہ پڑا ہے، یہ یہودیوں کی قوم تھی جو سازشی اور مکار تھے، ان کی دھوکہ دہی کا مظاہرہ منافقت کی صورت میں ہوا۔ یہودیوں کا ایک گروہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلانیہ دشمنی کا اظہار کر رہا

تھا۔جن کی سربراہی کعب بن اشرف جیسے لوگ کر رہے تھے۔ دوسری جماعت بغلی چھرا بنی ہوئی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوکر بظاہر مسلمان بن کر مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ورغلانے کا کام کر رہی تھی۔ان منافقوں کی سربراہی اُبی بن سلول کر رہا تھا۔جو آج تک منافقوں کے سردار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف مشرکین مکہ سے میدانِ جنگ میں لوہا لینا پڑ رہا تھا، یہودیوں کی سازشوں کا بھی ہر وقت سامنا تھا اور دوسری طرف منافقوں کی ریشہ دوانیوں سے بھی ہر وقت سابقہ تھا۔تو یہ ابتدائی تین دفاعی محاذ تھے جن سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت اپنی اعلیٰ ترین بصیرت وتدبیر اور خدائی اعانت ونصرت کے ساتھ نمٹ رہے تھے۔

چوتھا رخ حیات اقدس ﷺ کا اشاعت اسلام کا اہم ترین فریضہ تھا جس کی ادائیگی صرف عرب کے قبیلوں تک محدود نہیں تھی بلکہ ایک عالمگیر مذہب کے داعی کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری بیرونِ عرب بھی اسلامی پیغام کو پہنچانے کی تھی۔چنانچہ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد جہاں ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی وفود عرب کے قبیلے والوں کی خدمت میں دین کا پیغام پہنچا رہے تھے۔ وہیں سرکارِ مدینہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم،شاہانِ عجم کو بھی تبلیغی ودعوتی خطوط ارسال فرما رہے تھے۔چنانچہ عیسائی فرمانروا، قیصر روم، مجوسی بادشاہ، کسریٰ فارس، سلطان مصر مقوقس اور افریقہ کے حکمران نجاشی کے نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد فرامین نبوت لے کر روانہ ہوئے۔ادھر مدینہ ملک شام کا دروازہ تھا اور شام میں عیسائیوں کی حکومت تھی ان میں ایک طرف رومی نژاد لوگ تھے جو اصلا یورپین تھے، دوسری طرف عیسائی تھے۔ مدینہ منورہ میں

ایک نئے دین کے داعی کی بڑھتی ہوئی طاقت اورروز افزوں شہرت ومقبولیت کو پڑوسی ملک کے عیسائی تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے، بلکہ اس قوت کوتلوار کے زور سے کچل دینے کی تیاریاں بھی شروع کر چکے تھے۔اس طرح سرورِکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی صف میں ایک نئی اور انتہائی منظّم وطاقتور شہنشاہیت کا مزید اضافہ ہوا۔جس سے برسرِ پیکار ہونے کے لیے آپ کومجبور ہونا پڑا۔ یہ چوتھا دفاعی محاذ تھااوراس کے خطرات کا سد باب کرنے کے لیے بھی آپ کوسیاسی اورجنگی بصیرت استعمال کرنی ضروری تھی، ادھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوخط کسریٰ فارس کے نام گیا تھا،اس پر کسریٰ اس قدر برافروختہ ہوا کہ عرب میں اپنے گورنر کولکھا کہ (نعوذ باللہ) حضور اکرم کوگرفتار کر کے پابجولاں دربار میں لایا جائے۔اس کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ ایرانی آتش پرستوں کے عرب حلیف بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں کے درپے ہوگئے۔

غرض مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی بحیثیت داعی اسلام جتنی کامیابیوں سے ہم کنار ہوئی ، اتنی ہی ذمہ داریوں ، بے شمار خطرات اور بے شمار سنگین آزمائشوں سے پرنظر آتی ہے۔اس میں ایک لمحہ بھی چین اوراطمینان کا نظر نہیں آتا۔مگر اس کے باوجود سرکارِدوعالم تاجدارِ مدینہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل، ہرتدبیر، ہرسیاست اور ہر حکمت عملی انتہائی باوقار اورسکون کے ساتھ روبکار رہوئی۔ یہ بے مثال شجاعت اور بےنظیر متانت صرف پیغمبر اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں،ہی نظر آسکتی ہےاورایک نبی کوہی حق تعالیٰ ایسی منفرد خصوصیات سے نوازتا ہے۔

(مطبوعہ روزنامہ سیاست، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر، مورخہ ۱۵مئی ۲۰۰۳ء)